سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۵۲

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ	:	تقریر: ختمِ قرآنِ مجید و بخاری شریف
واعظ	:	عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تاریخِ وعظ	:	۱۸؍ رجب ۱۴۱۷ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۹۶ء بروز ہفتہ
مقام	:	جامعہ اشرف المدارس
مرتب	:	حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ اشاعت	:	۲؍ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۱؍ مئی ۲۰۱۵ء بروز جمعرات
زیرِ اہتمام	:	شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی
		پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080 اور +92.316.7771051
		ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com
ناشر	:	کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

حفاظتِ قرآنِ پاک کی خدائی ذمہ داری ۵
اُمّت کے بڑے لوگ کون ہیں؟ ۷
اصحاب اللّیل بننے کا آسان نسخہ ۸
عشاء کی نو رکعات ۸
آسان اوّابین ۹
حفاظِ کرام کی عظیم الشان ولایت کا ایک عجیب نسخہ ۱۰
سارے عالَم کے اولیاء اللہ کی دُعائیں لینے کا طریقہ ۱۰
علمِ نبوت اور نورِ نبوت ۱۱
قبولیتِ اعمال کی مثال ۱۲
تعلیم و تعلّم کے متعلق ایک عجیب استدلال ۱۳
تسبیح کا ثبوت ۱۵
مخلوق کے لیے لفظِ مولانا کے استعمال کا ثبوت ۱۶
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک جامع دُعا ۱۷
بخاری شریف کی آخری حدیث کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ الخ کی انوکھی تشریح ۱۷
مذکورہ حدیث کے متعلق ایک منفرد علمِ عظیم ۱۹
مجلس در خانقاہ ۲۴
دل کس کو دینا چاہیے؟ ۲۷
حسینوں سے بچنے کی ایک تدبیر ۲۹
دُعائے اذان کی تشریح ۳۰
صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت اور اس کی مثال ۳۳

تقریر ختم قرآنِ مجید و بخاری شریف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ یہ مدرسہ جس کا نام اشرف المدارس ہے، جہاں اے طلبائے کرام! آپ پڑھ رہے ہیں، الحمد للہ! اس سال پچانوے بچے حافظِ قرآن ہوئے اور تقریباً ڈیڑھ ہزار بچے حفظ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔

حفاظتِ قرآنِ پاک کی خدائی ذمہ داری

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾[1]

قرآنِ پاک کو ہم نے نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ تو یہاں نَحْنُ کیوں نازل فرمایا ہے؟ جبکہ اللہ واحد ہے اور عربی قاعدے سے واحد متکلم کے لیے اَنَا آتا ہے، مگر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے نَحْنُ نازل فرمایا جو جمع کا صیغہ ہے۔ اس کا جواب علامہ آلوسی بغدادی نے تفسیر روح المعانی میں دیا کہ بادشاہوں کا کلام اسی طرح ہوتا ہے۔ دنیا میں بھی کوئی بادشاہ یہ نہیں کہتا کہ میں نے ایسا کیا بلکہ کہتا ہے کہ ہم نے ایسا کیا، یہاں بِعَظْمِ شَانِنَا وَعُلُوِّ جَانِبِنَا[2] ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت اور بڑائی بیان کرنے کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا، وہ تنہا ہے لیکن ساری کائنات کا خالق ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کا بھی یہ مقام ہے کہ تنہا ہوتے ہیں لیکن پوری دنیا ان کے پاس سمٹ کر آجاتی ہے۔ میں نے اپنے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ایک شعر آج سے چالیس پچاس سال پہلے عرض کیا تھا۔

۱؎ الحجر: ۹

۲؎ روح المعانی: ۱۴/۱۶، الحجر (۹)، دار احیاء التراث، بیروت

میرے شیخ شہر سے دور جنگل میں رہتے تھے جہاں سے قصبہ پھولپور کا راستہ دس منٹ کا تھا۔ وہاں اللہ کی یاد میں ان کی آہ وفغاں اور آہ ونالے جاری رہتے تھے۔ وہی میرے شیخ بھی ہیں اور وہی میرے استاذ حدیث بھی ہیں۔ جو کچھ میں نے سیکھا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا۔ انہوں نے بخاری شریف پڑھی مولانا ماجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے، جو ساتھی تھے شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے، ان دونوں بزرگوں نے بخاری شریف پڑھی تھی مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ تو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اور اختر کے درمیان جو اس وقت آپ سے خطاب کر رہا ہے، حدیث کے صرف دو واسطے ہیں، مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ماجد علی صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ۔ ان دو واسطوں سے اختر گویا مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بات آپ لوگوں کے سامنے پیش کرے گا۔

تو میں نے اپنے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں یہ شعر کہا تھا ؎

وہ اپنی ذات میں خود انجمن ہے
اگر صحرا میں ہے پھر بھی چمن ہے

اللہ والے جہاں بھی رہتے ہیں ایک کائنات اپنے ساتھ لیے رہتے ہیں، ان کی ذات خود انجمن ہے، اگر جنگل میں بھی ہیں تو منگل ہے بلکہ رشکِ منگل ہے۔ جن کے غلاموں کی یہ شان ہے تو اللہ تعالیٰ کی کیا شان ہوگی؟ وہ اگر نَحْنُ نازل فرمائیں تو یہ حق دراصل ان ہی کا ہے۔ تمام شانیں ان ہی کو زیبا ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کہ قرآنِ پاک کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے کسی صحیفۂ آسمانی کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ نہیں لیا تھا، بلکہ ان کی حفاظت اس زمانے کے علماء کے سپرد تھی، چناں چہ چند نسلوں کے بعد صحیفۂ آسمانی فروخت ہونے لگے۔ قرآنِ پاک چوں کہ آخری کتاب ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چوں کہ آخری نبی ہیں، لہٰذا قیامت تک کے لیے اس کتاب کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی اور وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ جملۂ اسمیہ سے نازل فرمایا جو دوام اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے، یعنی قیامت تک قرآن شریف کو کوئی مٹا نہیں

سکتا۔ امریکا، روس، جرمنی، جاپان اور اہلِ مغرب کی تمام طاقتیں اگر اپنی طاقتِ مادّیہ سے قرآن شریف کو سمندر میں ڈال دیں تو ہمارے نو دس سال کے بچے جو آج حافظ ہوئے ہیں، پھر دوبارہ قرآن شریف مکمل لکھوا دیں گے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَوْ اَنَّ الشَّیْخَ الْمُھِیْبَ غَیَّرَ نُقْطَۃً فِی الْقُرْاٰنِ لَیَرُدُّ عَلَیْہِ الصِّبْیَانُ[۳]

مثلاً مصر کا کوئی بہت موٹا تازہ تین من کا شیخ مہیب جس کو دیکھ کر بچے ڈر جائیں لیکن اگر وہ قرآن غلط پڑھ دے اور ایک نقطہ بدل دے، تو ہمارا نو سال کا بچہ اس کو لقمہ دے دے گا اور کہہ دے گا کہ اَنْتَ اَخْطَاْتَ یَا شَیْخُ شیخ! آپ سے قرآن کی تلاوت میں خطا ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ بڑے سے بڑا مہیب شیخ بھی قرآنِ پاک کا ایک نقطہ نہیں بدل سکتا۔

اُمّت کے بڑے لوگ کون ہیں؟

پھر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حفظِ قرآن کا جو ذمہ لیا ہے تو کیا یہ آسمانوں پر ہوگا؟ نہیں! اسی زمین پر ہوگا۔ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کی تفسیر میں ذرا اس تفسیری جملہ کو دیکھیے۔ فرماتے ہیں اَیْ فِیْ قُلُوْبِ اَوْلِیَآءِنَا یعنی اپنے اولیاء اور دوستوں کے دلوں میں ہم قرآن پاک کو محفوظ کریں گے۔ تو جو بچے آج حافظ ہوگئے وہ گویا ولی اللہ ہوگئے یہ ثبوتِ تفسیر روح المعانی، مگر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآنِ پاک کی حفاظت کے ساتھ حفاظِ کرام کی عظمتوں کے لیے، ان کی عظیم الشان ولایت کے لیے، اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ نبوت سے ایک عظیم الشان عمل بتایا ہے۔ بتایئے کہ دنیا میں جتنے حافظِ قرآن ہیں اگر یہ بُرے اخلاق سے پاک ہوجائیں، اللہ تعالیٰ کے مقرب ہوجائیں، ان کی سب خطائیں معاف ہوجائیں اور گناہوں سے بچنے کی ان کو توفیق رہے، تو یہ مضمون حافظِ قرآن کی عظمت کا علمبر دار ہے یا نہیں؟ اور عزت ہوگی یا نہیں؟ لہٰذا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث بیان فرمائی جو جامع صغیر میں منقول ہے کہ:

اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحٰبُ اللَّیْلِ[۴]

---

[۳] روح المعانی: ۱۴/۱۶، الحجر(۹)، دار احیاء التراث، بیروت
[۴] شعب الایمان للبیہقی: ۴/۲۳۳(۲۴۴۷)، فصل فی تنویر موضع القرآن، مکتبۃ رشد

میری اُمت کے بڑے لوگ کون ہیں؟ جو قرآنِ پاک اپنے سینے میں رکھتے ہوں اور رات کی نماز یعنی تہجد بھی پڑھتے ہوں۔

اصحاب اللّیل بننے کا آسان نسخہ

اب آپ کہیں گے کہ صاحب اتنے چھوٹے چھوٹے بچے اصحاب اللّیل کیسے بنیں گے؟ تین بجے رات کو اُٹھ کر نماز کیسے پڑھیں گے؟ تو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اصحاب اللّیل بننے کا آسان نسخہ بتادیا کہ چار فرض عشاء اور دو سنت پڑھ کر وتر سے پہلے دو رکعات نفل بہ نیت تہجد پڑھ لو تو قیامت کے دن سب تہجد گزار اُٹھائے جاؤ گے۔ بتایئے کتنا آسان نسخہ ہے! شامی کی عبارت بھی پیش کرتا ہوں تاکہ اہلِ علم حضرات کو مزہ بھی آجائے اور توثیق اور اطمینان بھی ہوجائے۔ توثیق و توفیق و تسہیلِ اہلِ علم کے لیے عربی عبارت پیش کرتا ہوں۔
علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ حدیث نقل کرتے ہیں:

وَمَا كَانَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ فَهُوَ مِنَ اللَّيْلِ[۵]

فرض عشاء کے بعد جو نفل پڑھے جائیں گے وہ سب قیام اللّیل میں شامل ہیں۔ اس کے بعد شامی اپنا فقہی فیصلہ لکھتے ہیں:

وَهٰذَا يُفِيْدُ اَنَّ هٰذِهِ السُّنَّةَ تَحْصُلُ بِالتَّنَفُّلِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ قَبْلَ النَّوْمِ[۶]

عشاء کے بعد سونے سے پہلے چند نفل پڑھ لو سنتِ تہجد ادا ہوجائے گی۔ حالاں کہ آپ تین بجے رات کو نہیں اُٹھے مگر اب زمانہ کمزوری اور ضعف کا ہے۔ اس زمانے میں اعمال میں تسہیل اور سہولت دینا نہایت حکیمانہ اور ضروری بات ہے۔

عشاء کی نو رکعات

میں نے بعض کالجوں میں تقریر کی کہ عشاء کی سترہ رکعات مشہور ہیں۔ آپ سترہ رکعات نہ پڑھیں ورنہ آپ عشاء ہی نہ پڑھیں گے۔ دن بھر تو کرکٹ کھیلتے ہو۔ جب

۵ شامی: ۵۰۶/۱، بحوالہ طبرانی
۶ ردالمحتار: مطلب فی صلوٰۃ اللیل: ۴۶۷/۲، مطبوعۃ ریاض

کوڑا کر کٹ ہو گئے تو سترہ رکعات کے خیال سے رات کو دھم سے بستر پر گر جاؤ گے، لہٰذا عشاء کی صرف نو رکعات پڑھ لو، چار فرض، دو سنت اور تین وتر، ان شاء اللہ قیامت کے دن پاس ہو جاؤ گے۔ سب نے کہا کہ ہم میں سے سو فیصد آج سے عشاء پڑھیں گے، ہمیں تو سترہ رکعات نے ڈرا رکھا تھا۔

آسان اوّابین

ایسے ہی چھ رکعات نفل کے خوف سے لوگ اوّابین نہیں پڑھتے۔ تین فرض مغرب پڑھ کر دو سنت دو نفل ساری اُمت پڑھتی ہے، بس دو نفل اور پڑھ لو، اوّابین ہو گئی۔ سنتِ مؤکدہ اس میں شامل ہے۔ اہلِ فتاویٰ کی تحقیق ہے، کیوں کہ حدیث پاک کی عبارت ہے:

مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكْعَاتٍ الخ [۷]

فرضِ مغرب کے بعد چھ رکعات اوّابین کی اس حدیث سے ثابت ہیں۔ دو سنت اور دو نفل تو ساری اُمّت پڑھتی ہے، بس خالی دو رکعات اور پڑھ لو تو اوّابین کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ جب آپ اوّابین کی صرف دو رکعات مزید بتائیں گے تو پوری مسجد کی مسجد اوّابین پڑھنے لگے گی۔

تو جتنے حفاظِ کرام ہیں، استاد ہوں یا طالب علم اور میں مشائخ کو بھی کہتا ہوں جن کے سپرد اصلاحِ نفس کا کام ہے، کہ وہ بھی عشاء کے چار فرض اور دو سنت کے بعد دو رکعات نفل تہجد کی نیت سے پڑھ لیں تاکہ قیامت کے دن تہجد گزاروں میں اُٹھائے جائیں۔ ورنہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

لَيْسَ مِنَ الْكَامِلِيْنَ مَنْ لَّا يَقُوْمُ اللَّيْلَ [۸]

جو تہجد کی نماز نہیں پڑھے گا وہ کامل نہیں ہو سکتا، اور جو خود ہی ناقص ہے وہ دوسروں کو کیا کامل کرے گا؟ اور سب سے آسان تہجد دو رکعات ہیں۔ شامی نے لکھا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی تہجد کی صرف دو رکعات بھی پڑھی ہیں، لہٰذا دو رکعات ثابت

[۷] جامع الترمذی: ۹۸/۱، باب ما جاء فی فضل التطوع ست رکعات بعد المغرب، ایچ ایم سعید

[۸] مرقاۃ المفاتیح: ۱۴۸/۳، باب التحضیض علٰی قیام اللیل، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

بالسنّۃ بھی ہیں۔ ہم یہ کمزوروں کے لیے کہتے ہیں ورنہ آپ بارہ رکعات پڑھیں، لیکن ہمارا خطاب اس وقت ان لوگوں سے ہے جن کا نام بحر الکاہل ہے، جو کاہلی کے سمندر ہیں، جنہیں سستی گھیرے ہوئے ہے وہ دو رکعات تو پڑھ سکتے ہیں۔

حفاظِ کرام کی عظیم الشان ولایت کا ایک عجیب نسخہ

تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قیام اللّیل کرے گا اس کو چار نعمتیں حاصل ہو جائیں گی: نمبر ۱) صالحین کے رجسٹر میں اس کا رجسٹریشن ہو جائے گا۔ فَاِنَّہٗ دَاْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ جتنے صالحین پیدا ہوئے ہیں سب کی عادت قیام اللیل کی تھی۔ دو رکعات پڑھنے سے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کے تمام صالحین کے رجسٹر میں آپ مندرج ہو گئے۔

سارے عالَم کے اولیاء اللہ کی دُعائیں لینے کا طریقہ

اور ایک فائدہ اور ملا کہ سارے عالَم کے صالحین، اقطاب، ابدال، غوث، اولیاء اللہ چاہے بیت اللہ میں ہوں یا مدینہ پاک میں یا عالَم کے کسی گوشہ میں، ان کی دُعائیں آپ کو مل جائیں گی۔ دلیل سنیے: سارے عالم میں جتنے مسلمان نمازی ہیں، چاہے بیت اللہ میں ہوں یا روضۃ المبارک میں وہ التحیات میں وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ پڑھیں گے یا نہیں؟ تو فَاِنَّہٗ دَاْبُ الصَّالِحِیْنَ سے جب آپ صالحین میں داخل ہو گئے تو سارے عالم کے مسلمانوں کی دُعا آپ کو مفت میں بلا درخواست مل جائے گی۔ حدیثِ پاک کا یہ جملہ فَاِنَّہٗ دَاْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ اور التحیات کا یہ جملہ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ دونوں جملوں کو ملاؤ تو یہ مطلب ہوا کہ جو صالحین میں شامل ہو جاتا ہے سارے عالم کے اولیاء کی دُعائیں اسے خود بخود ملتی ہیں۔ یہ علم عظیم اللہ تعالیٰ نے اختر کو عطا فرمایا، یہ میں نے کتابوں میں نہیں پڑھا، لیکن اللہ والوں کی جوتیوں کے صدقے میں کیا ملتا ہے اس کو مولانا رومی نے بیان فرمایا ہے ؎

بینی اندر خود علوم انبیاء

اگر تم اللہ والوں کی غلامی کر لو تو اپنے سینے میں فیضانِ علومِ انبیاء پاؤ گے۔

اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام اللّیل کا دوسرا فائدہ بیان فرمایا **وَهُوَ قُرْبَةٌ اِلٰى رَبِّكُمْ** تم اللہ کے مقرب بھی ہو جاؤ گے اور تیسرا فائدہ بیان فرمایا **وَمَكْفَرَةٌ لِّلسَّيِّاٰتِ** تہجد کی نماز کی برکت سے اس کی خطائیں بھی معاف ہو جائیں گی اور چوتھا فائدہ **وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ**[۹] قیامِ لیل سے گناہوں سے بچنے کی ایک روحانی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ اور حدیث میں یہ قید نہیں ہے کہ تین بجے رات ہی کو پڑھنے سے یہ طاقت آئے گی، عشاء کے بعد ہی اگر پڑھ لو تو ان شاء اللہ تعالیٰ چاروں فائدے آپ کو مل جائیں گے۔ یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ یہ دنیوی اطبائے یونان کا نسخہ نہیں ہے جس میں خطرہ ہو سکتا ہے کہ فائدہ کرے یا نہ کرے۔ طبِّ یونانی میں احتمال ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے دوا فائدہ کرے اور ہو سکتا ہے کہ فائدہ نہ کرے، لیکن طبِّ ایمانی کا ہر نسخہ سو فیصد مفید ہے بشرطیکہ بدپرہیزی نہ کرے اور بد پرہیزی کیا ہے؟ اسبابِ گناہ سے قریب رہنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا[۱۰]

اسبابِ گناہ کے قریب نہ رہو، اَمردوں کے قریب نہ رہو، لڑکیوں کے قریب نہ رہو، جو **لَا تَقْرَبُوْا** رہے گا **لَا تَفْعَلُوْا** رہے گا اور جو **تَقْرَبُوْا** رہے گا ایک دن **تَفْعَلُوْا** ہو جائے گا۔ مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ اُمت کے بڑے لوگ حافظِ قرآن اور اصحاب اللّیل یعنی تہجد گزار لوگ ہیں اور تہجد کے چار فوائد ہیں کہ ان کا شمار صالحین میں ہو جائے گا یعنی وہ برے اخلاق سے پاک ہو جائیں گے اور اللہ کے مقرب ہو جائیں گے، ان کی خطائیں معاف اور انہیں گناہوں سے بچنے کی توفیق ہو گی۔ پس حفاظِ کرام کی عظیم الشان ولایت کا یہ نسخہ ہے کہ وہ سب تہجد گزار ہو جائیں۔ یہ نسخہ ان کی عظمت کا علمبردار ہے۔

علمِ نبوت اور نورِ نبوت

یہ معروضات تو حفاظ کرام کے بارے میں تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پچھلے دو سال

---

۹ جامع الترمذی: ۲/۱۹۵، باب بعد ذکر فضل التوبۃ والاستغفار، ایچ ایم سعید

۱۰ البقرۃ: ۱۸۷

سے ہمارے مدرسے میں بخاری شریف ختم ہورہی ہے، یعنی پچھلے سال بھی اور اس سال بھی بخاری شریف ختم ہوئی ہے۔ آج یہ طلبا عالم ہوگئے۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ختم بخاری شریف پر مولانا عبد اللہ شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اے علمائے کرام! بخاری شریف پڑھ کر آج آپ لوگ عالم ہوگئے، مگر بخاری شریف کی روح جب ملے گی جب کچھ دن کسی اللہ والے کے پاس رہ لوگے کیوں کہ علمِ نبوت کے ساتھ نورِ نبوت کی بھی ضرورت ہے۔ علمِ نبوت مدارس سے حاصل کرلو اور نورِ نبوت اللہ والوں سے حاصل کرلو۔ نورِ نبوت کے بعد پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کو اللہ کی محبت اور خشیت کیسے حاصل ہوتی ہے اور آپ کیسے اللہ والے بنتے ہیں! کیفیاتِ احسانیہ اہل اللہ کے سینوں سے ملتی ہیں اور کمیاتِ اعمالیہ کتبِ مدارس سے ملتی ہیں۔ اعمال کی کمیات کتبِ مدارس سے حاصل ہوجاتی ہیں، لیکن اعمال کی کیفیات کہ کس کیفیت سے نماز پڑھنی چاہیے، کس کیفیت سے تلاوت کرنی چاہیے، کس کیفیت سے اللہ کا نام لینا چاہیے، یہ کیفیات اہل اللہ کے سینوں سے ملتی ہیں۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”واما نور باطن صلی اللہ علیہ وسلم از سینۂ درویشاں باید جست“ کہ نورِ باطن اللہ والوں کے سینوں سے حاصل ہوگا، اس کے بغیر دین رسمی ہوتا ہے، زبان پر ہوتا ہے، دل میں نہیں اُترتا۔

قبولیتِ اعمال کی مثال

الحمد للہ تعالیٰ! آج ہمارے مدرسے میں بخاری شریف ختم ہوگئی اور اس سال بخاری شریف دو علمائے کرام نے پڑھائی اور دونوں نے نہایت اچھا پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں تو سب اچھا ہے اور اگر قبول نہ فرمائیں تو کچھ اچھا نہیں۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو ایک مثال سے واضح فرمایا کہ ایک شخص چوڑیاں بیچ رہا تھا، اس کے پاس ایک ہزار چوڑیاں تھیں۔ ایک دیہاتی آیا اور دیہاتیوں کا قاعدہ ہے کہ لاٹھی سے ٹھونگا مار کر پوچھتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟ تو اس نے لاٹھی ماری اور پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے؟ اس کی تو دو سو چوڑیاں ٹوٹ گئیں، تو اس نے کہا کہ اب کیا بتاؤں کہ یہ کیا چیز ہے؟ ایک لاٹھی اور مارو تو یہ کچھ بھی نہیں۔ جنوبی افریقہ کے ایک بہت معمر حافظِ قرآن جو حضرت حکیم الامت تھانوی سے بیعت ہیں، بڑے بڑے علماء ان کے شاگرد ہیں، میں نے پوچھا کہ جنوبی افریقہ میں جہاں جاتا

ہوں تو ہر عالم سے سنتا ہوں کہ وہ آپ کا شاگرد ہے، تو آپ کے کتنے شاگرد ہیں؟ فرمایا کہ قیامت کے دن بتاؤں گا، ابھی تو پتا نہیں کہ قبول بھی ہے یا نہیں؟ ہم لوگوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ بخاری شریف کے ختم پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ میں نے مولانا سے وعدہ کیا تھا کہ جو آخری حدیث ہے، اس کی جو تشریح اپنے بزرگوں سے سنی ہے برکت کے لیے وہ عرض کر دوں گا۔

تعلیم و تعلّم کے متعلق ایک عجیب استدلال

شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلی حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لائے جو امیر المؤمنین فیما بین الاصحاب تھے۔

اَوَّلُ مَا سُمِّیَ بِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْمَا بَیْنَ الْاَصْحَابِ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ[۱۱]

سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین کہلائے۔ چوں کہ امام بخاری امیر المومنین فی الحدیث تھے، لہٰذا انہوں نے اپنی مناسبت سے امیر المومنین فیما بین الاصحاب کی روایت پیش کی، لیکن ان کو خطرہ ہوا کہ ہر طالب علم کہیں خلافت کے شوق میں پڑھنے پڑھانے کو نعمت نہ سمجھے اور خلیفہ بننے کو نعمت سمجھے، لہٰذا آخری حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی لائے جو بڑے درویش صفت تھے، مسکین تھے اور آٹھ سو طلبا کو مدینہ شریف میں حدیث پڑھایا کرتے تھے تاکہ طلبا خلیفہ بننے کے شوق میں نہ مبتلا ہوں بلکہ فقر و درویشی اختیار کریں کیوں کہ خلیفہ بننا اختیار میں نہیں ہے اور اگر خلیفہ بنے گا تو ایک بنے گا، دس بیس تو خلیفہ نہیں بن سکتے۔ دس فقیر ایک کمبل میں سو سکتے ہیں مگر دو امیر المؤمنین ایک ملک میں نہیں ہو سکتے، دو بادشاہ ایک اقلیم میں جمع نہیں ہو سکتے۔ ہر طالب علم خلیفہ نہیں بن سکتا لیکن سارے طلباء استاد بن سکتے ہیں، حدیث پڑھا سکتے ہیں، لہٰذا اخیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی کہ یہ مسکین، درویش اور استاذ حدیث تھے، مدینہ شریف میں آٹھ سو صحابہ و تابعین کو تقریباً ۵۳۶۴ حدیثیں پڑھایا کرتے تھے۔ ان کا نام ۳۵ دلائل کے ساتھ بڑی مشکل سے عبد الرحمٰن ثابت کیا ورنہ کوئی ان کے نام سے واقف نہیں، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

[۱۱] شرح مسند ابی حنیفۃ لملا علی قاری: ۱/۵۴۲

نے ایک بار ان سے پوچھا کہ تمہاری آستین میں کیا ہے؟انہوں نے عرض کیا کہ بلی۔ فرمایا: أَنْتَ أَبُوْهُرَيْرَةَ!بس آہ جو نام آپ کی زبانِ مبارک سے نکل گیا وہی عالم میں مشہور ہو گیا۔ یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت اور مقبولیت کی دلیل ہے۔

آخر میں جو حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی، اس میں تین عظیم الشان نعمتیں ہیں جو ہر مومن کو مطلوب ہیں اور یہ علم عظیم اللہ تعالیٰ نے ابھی میرے قلب کو عطا فرمایا۔ بارہا اس حدیثِ پاک کو پڑھا لیکن کبھی اس طرف ذہن منتقل نہیں ہوا کہ اس حدیث میں تین نعمتیں پوشیدہ ہیں:

۱) کہ ہمارے اخلاقِ رذیلہ جاتے رہیں اور ہم پاکیزہ اخلاق والے ہو جائیں۔

۲) اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مخلوق میں عزت عطا فرمائے۔

۳) مخلوق کی نگاہوں میں عظمت حاصل ہو، فِیۡ اَعۡیُنِ النَّاسِ کَبِیۡرًا ہو جائیں، لیکن خود بڑے بننے کا شوق نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی نظروں میں بڑا بنادیں لیکن اپنی نگاہ میں ہم چھوٹے ہوں تو یہ نعمت ہے، خود اپنی تعریف کرنا حرام اور اپنے کو قابلِ تعریف سمجھنا حرام لیکن اللہ تعالیٰ مخلوق کی زبان سے اگر ہماری تعریف کرادے تو نعمت ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً [۱۲] کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ثنائے خلق بھی حَسَنَۃً کی ایک تفسیر ہے کہ دوسرے لوگ اس کی تعریف کریں تو یہ حَسَنَۃً یعنی دنیوی بھلائی میں داخل ہے۔ اس کے علاوہ حَسَنَۃً کی تفسیر میں نیک بیوی بھی ہے، نیک بچے بھی ہیں، رزقِ حلال بھی حَسَنَۃً میں ہے، علمِ دین بھی حَسَنَۃً میں سے ہے، صحبتِ صالحین بھی حَسَنَۃً میں سے ہے۔ دوستو! سوچ لو کہ جن لوگوں کو صحبتِ صالحین حاصل نہیں لاکھوں تہجد کے باوجود ان کی زندگی حَسَنَۃً کے اس شعبہ سے تشنہ ہے، اس نعمت سے تشنہ ہے۔ پس ثناء الخلق یعنی مخلوق میں تعریف ہونا جب حسنۃ کا ایک شعبہ ہے تو اس سے گھبرانا نہیں چاہیے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری تو نیکی برباد ہو گئی کیوں کہ سب میری تعریف کررہے ہیں، یہ نادانی ہے۔ جب مخلوق تعریف کرے تو اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو کہ آپ نے

---

[۱۲] البقرۃ: ۲۰۱

خود تعریف نہیں چاہی، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تعریف کرا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی کہو کہ اے اللہ! آپ کا کرم ہے کہ آپ نے ستّاری فرمائی، میرے عیبوں کو چھپالیا اور نیکیوں کو ظاہر فرمادیا، جس کی وجہ سے لوگ آج میری تعریف کررہے ہیں جس سے دل میں بڑائی نہیں آئے گی۔ میرے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک صاحب سے فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں تسبیح رکھا کرو، تسبیح کے دانوں کی برکت سے تم بد نظری نہیں کروگے، شرم آئے گی کہ ہاتھ میں تسبیح ہے اور اللہ کی یاد بھی آئے گی کہ یہ مُذَکِّرَۃٌ بھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ لوگ مجھے نیک سمجھیں گے۔ تو حضرت والا نے فرمایا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کو بدمعاش سمجھیں۔ اپنی نظر میں حقیر ہونا مطلوب ہے، لوگوں کی نظر میں حقیر ہونا مطلوب نہیں۔

تسبیح کا ثبوت

ایک عرب نے مدینہ منورہ میں مجھ سے کہا کہ میری بیوی میرے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر مجھ سے لڑتی ہے کہ تسبیح کا ثبوت صحابہ کے زمانے میں نہیں ملتا۔ میں نے کہا کہ جاؤ اپنی بیوی سے کہہ دینا کہ صحابی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے عمل سے تسبیح پڑھنا ثابت ہے اور ملّا علی قاری کی عبارت شرح مشکوٰۃ سے پیش کردینا کہ:

کَانَ لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ خَیْطٌ فِیْهِ عُقَدٌ کَثِیْرَةٌ یُسَبِّحُ بِهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں چھوٹی چھوٹی گرہیں تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ محدث عظیم ملّا علی قاری شرح مشکوٰۃ المسمیٰ بالمرقاۃ میں فیصلہ لکھتے ہیں:

فِیْهِ جَوَازُ عَدِّ الْاَذْکَارِ وَمَاخَذُ سُبْحَةِ الْاَبْرَارِ [۱۳]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے ذکر کو شمار کرنے کے جواز کا ثبوت مل گیا اور یہی نیک بندوں کے تسبیح پڑھنے کا ماخذ اور ثبوت ہے۔ یہ سن کر وہ عرب بہت زیادہ خوش ہوگیا۔

[۱۳] مرقاة المفاتيح: ۲۲۷/۵، باب ثواب التسبيح والتحميد، دار الكتب العلمية، بيروت

مخلوق کے لیے لفظِ مولانا کے استعمال کا ثبوت

اس نے کہا کہ ایک جواب اور دے دیجیے اور وہ یہ کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں مولانا صاحب سے ملنے جارہا ہوں جو تبلیغی جماعت کے اکابر میں سے ہیں، تو وہ لڑنے لگی کہ تم انسانوں کو مولانا کیوں کہتے ہو؟ مولانا تو اللہ ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے اَنْتَ مَوْلٰنَا جب اللہ کو مولانا کہتے ہیں تو مخلوق کو مولانا کیوں کہتے ہو؟ یہ تو شرک ہے۔ وہ بے چارہ ڈر گیا کیوں کہ اس کے پاس علم نہیں تھا۔ میں نے کہا کہ جاؤ اس کا جواب بھی اپنی بیوی کو دے دینا کہ جس اللہ کو ہم اَنْتَ مَوْلٰنَا کہتے ہیں اسی اللہ تعالیٰ نے مولانا کا لفظ اپنی ذات پاک کے علاوہ بھی قرآنِ پاک میں نازل فرمایا ہے:

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰـهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ [۱۴]

اور جنہوں نے ہمیں توحید کا سبق دیا یعنی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے اپنے صحابی زید بن حارثہ سے فرمایا:

يَا زَيْدُ ابْنُ حَارِثَةَ أَنْتَ أَخُوْنَا وَمَوْلٰنَا [۱۵]

اس کے بعد صحابی کا عمل دیکھیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے شاگرد حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ اس طرح بلایا کرتے تھے کہ یَا مَوْلٰنَا الْحَسَنْ دونوں جواب سن کر وہ عرب بہت خوش ہوا اور کہا کہ آیندہ میں عربوں میں آپ کا بیان کراؤں گا۔

تو دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آخر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ طلباء کو یہ سکھا گئے کہ خلیفہ بننے کا شوق مت کرنا، ساری زندگی پڑھنے پڑھانے میں لگا دینا۔ ہر طالب علم خلیفہ نہیں بن سکتا، لیکن پڑھنے پڑھانے میں لگ سکتا ہے۔ کوئی مدرسہ بھی نہ ہو تو عوام کو پڑھاؤ، کسی مسجد میں کھڑے ہو کر ایک حدیث پڑھا دو کہ صاحبو! تھوڑی دیر بیٹھ جائیے، میں دعوت نہیں مانگتا، چندہ بھی نہیں مانگتا، ایک

[۱۴] التحریم: ۴

[۱۵] صحیح البخاری: ۱/۵۲۸، باب مناقب زید بن حارثۃ، المکتبۃ المظھریۃ

حدیث شریف آپ کو پانچ منٹ میں سنانا چاہتا ہوں۔ بتائیے تعلیم و تعلّم اختیاری ہے یا نہیں؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ آخری حدیث دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے یسیر العمل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک جامع دُعا

اور میں نے جو عرض کیا تھا کہ اگر ہمیں تین نعمتیں مل جائیں:

نمبر ۱) کہ ہمارے اخلاق پاک ہو جائیں یعنی علماء محدثین و مبلغین کے اخلاق پاکیزہ ہو جائیں۔

نمبر ۲) یہ کہ مخلوق میں ان کی تعریف ہو، ثنائے خلق کی دولت مل جائے، کیوں کہ اگر مخلوق متنفر ہو گی تو ہم سے دین کیسے سیکھے گی؟ چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ کی تحنیک کی تھی (کھجور چبا کر اس کا لعاب نوزائیدہ بچے کے منہ میں ڈالا جاتا ہے، اس کو تحنیک کہتے ہیں) تو اس وقت ان کو دو دُعائیں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دی تھیں کہ:

اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَحَبِّبْهُ اِلَی النَّاسِ[۱۶]

اے اللہ! اس کو دین کا فقیہ بنادے اور مخلوق میں محبوب بنادے۔ معلوم ہوا کہ مخلوق اگر ہم سے نفرت کرے گی تو ہم سے دین کیسے سیکھے گی؟ جو فقیہ ہو لیکن محبوب نہ ہو تو مخلوق اس سے دین نہیں سیکھے گی اور اگر مخلوق میں محبوب ہے لیکن فقیہ نہیں ہے تو گمراہی پھیلائے گا، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دُعا بہت جامع ہے۔

بخاری شریف کی آخری حدیث کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ الخ کی انوکھی تشریح

لٰہذا اخلاقِ رذیلہ کی اصلاح، مخلوق میں محبوبیت یعنی ثنائے خلق اور مخلوق کی نگاہوں میں عظمت یہ تین نعمتیں اس حدیث سے ثابت ہوں گی جو بخاری کی آخری حدیث ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[۱۶] تھذیب الکمال: ۶/۱۰۴، من اسمہ الحسن فی باب الحاء، مؤسسۃ الرسالۃ

کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ

دو کلمے اللہ کو بہت محبوب ہیں۔ اس میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ جیسی عظیم الشان ذات کو محبوب ہیں تو وہ کلمے بہت بھاری ہوں گے، کوئی لمبا چوڑا وظیفہ ہوگا اس لیے آگے فرمایا کہ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ اللہ کو پیارے تو ہیں، مگر یہ نہیں دیکھا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی کس صفت کی طرف نسبت کی ہے؟ صفت رحمٰن لائے ہیں یعنی شانِ رحمت کی وجہ سے یہ کلمے محبوب ہیں، شانِ رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ پرچہ آسان کردیں، لہٰذا یہ کلمے بھاری نہیں زبان پر ہلکے ہیں، کیوں کہ بوجہ حق تعالیٰ کی رحمت کے یہ کلمے اللہ کے یہاں محبوب ہیں، اس لیے خَفِیْفَتَانِ ہیں یعنی ہلکے ہیں، کوئی مضمون ان میں مشکل نہیں۔ لیکن ایک اشکال پھر پیدا ہوتا ہے کہ جب زبان پر ہلکے ہیں تو قیامت کے دن کہیں ترازو میں بھی ہلکے نہ ہوجائیں، تو جواب دے دیا ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ کہ ترازو میں بہت بھاری ہوں گے۔ رفعِ دخل مقدّر ہر جملہ کے اندر موجود ہے کہ یہ کلمے کیوں محبوب ہیں؟ رحمٰن کا لفظ بتارہا ہے کہ بوجہ شانِ رحمت کے، اور زبان پر ہلکے کیوں ہیں؟ بتقاضائے شانِ رحمت کے کہ بندوں کو پڑھنے میں مشکل نہ ہو، لیکن اشکال ہوتا تھا کہ جب زبان پر ہلکے ہیں تو میزان میں بھی کہیں ہلکے نہ پڑجائیں تو ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سے اسے رفع کردیا۔

اس کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ[۱۷] کا ترجمہ علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ کے معنیٰ کیا ہیں؟

أَیْ أُسَبِّحُ اللّٰہَ عَنِ النَّقَائِصِ كُلِّهَا[۱۸]

میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں تمام نقائص سے، لیکن نقائص سے پاکی بیان کرنا یہ جامع نہیں ہے، صرف مانع ہے اور کلامِ نبوت جامع و مانع ہوتا ہے، لہٰذا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلے جملے سے اس کو جامع فرمادیا وَبِحَمْدِہٖ اَیْ مُتَلَبِّسًا بِالْمَحَامِدِ كُلِّهَا میں اس طرح سے اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں کہ تمام خوبیوں کو بھی یہ شامل ہو۔ اگر کوئی بادشاہ کی تعریف اس

[۱۷] صحیح البخاری: ۲/۱۱۲۸، باب قولہ تعالٰی ونضع الموازین القسط لیوم القیٰمۃ، المکتبۃ المظھریۃ

[۱۸] فتح الباری للعسقلانی: ۱۳/۵۴۱ (۷۵۶۳)، باب قولہ ونضع الموازین القسط، دار المعرفۃ، بیروت

طرح کرے کہ اس ملک کا بادشاہ کانا نہیں ہے، لنگڑا بھی نہیں ہے، لُولا بھی نہیں ہے، تو کیا یہ تعریف جامع ہے؟ نقائص سے تو بری کر دیا، لیکن جب یہ کہو گے کہ دیانت و امانت کے ساتھ حکومت کرنا جانتا ہے، عادل بھی ہے، رحم دل بھی ہے تو یہ تعریف جامع ہو گی۔ پس اللہ تعالیٰ کی تعریف میں خالی سُبْحَانَ اللهِ کافی نہیں جب تک اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بھی نہ کہے یعنی وہ تمام نقائص سے پاک ہے اور تمام تعریفیں اس کے لیے خاص ہیں سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ کا عربی میں کیا ترجمہ ہوا:

اَیْ اُسَبِّحُ اللهَ عَنِ النَّقَائِصِ کُلِّهَا مُشْتَمِلًا بِالْمَحَامِدِ کُلِّهَا

یہ ترجمہ علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے کہ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں تمام نقائص سے جو مشتمل ہے تمام محامد اور تعریفوں پر۔ اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ سبحان اللہ کے بارے میں حکایۃً عن الحق فرماتے ہیں ؎

من نہ گردم پاک از تسبیح شاں
پاک ہم ایشاں شوند و درفشاں

یعنی جب بندہ سبحان اللہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تو پاک ہوں ہی، تمہارے سبحان اللہ کہنے سے میں پاک نہیں ہوتا، بلکہ روئے زمین پر جو سبحان اللہ پڑھتے ہیں میری پاکی بیان کرتے ہیں، میں اپنی پاکی بیان کرنے کے صدقے میں، سبحان اللہ کہنے کے طفیل و برکت سے ان کو ایک انعام دیتا ہوں کہ ان کو پاک کر دیتا ہوں۔

مذکورہ حدیث کے متعلق ایک منفرد علمِ عظیم

میں نے عرض کیا تھا کہ اس حدیث کے پڑھنے والے کو تین نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملیں گی۔ تو سنیے! سُبْحَانَ اللهِ کہنے سے کیا ملے گا؟ ان شاء اللہ اخلاق کی پاکیزگی عطا ہو گی اور بِحَمْدِهٖ سے کیا ملے گا؟ جو اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف کرتا ہے اللہ مخلوق میں اس کو محمود کرتے ہیں۔ جو حامد ہوتا ہے حق تعالیٰ اس کو دلوں میں محمود کر دیتا ہے یعنی مخلوق کی زبان پر اس کی تعریف اللہ جاری کر دیتا ہے، لیکن بندے کو اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ غیر اللہ ہے۔ مخلوق میں محمود اور پیارا ہونے کے لیے اللہ کو نہ چاہو، اللہ کے لیے اللہ کو چاہو، آپ اس کی فکر ہی نہ کریں، بس ان کے ہو جاؤ۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا

اُن ہی کا اُن ہی کا ہوا جا رہا ہوں

اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ ثنائے خلق کی دولت آپ کو دے دیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ دُعا سکھادی کہ حَسَنَۃ ہم سے مانگو، تمہارے اختیار میں نہیں ہے کہ نیک بیوی تم کو مل جائے، تمہارے اختیار میں نہیں ہے کہ نیک اولاد تم کو مل جائے، تمہارے اختیار میں نہیں ہے کہ مخلوق تمہاری تعریف کرے بلکہ جو اپنے منہ میاں مٹھو بنتا ہے اس کی اور تذلیل ہوتی ہے۔ اللہ سے حَسَنَۃ مانگو، اللہ جب دے گا تب اصلی چیز ملے گی اور غیب سے ملے گی اور بے خطر ہوگی۔ جب اللہ نعمت دیتا ہے تو نعمت کی اور نعمت پانے والے کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لے لیتا ہے اور جو اپنی تعریف خود کرتا ہے، بِلامانگے بِلا دُعا جو کام کرتا ہے وہ کام اچھا نہیں ہوتا۔ تو بِحَمْدِہٖ سے کیا ملے گا؟ آپ محمود ہوجائیں گے۔ چوں کہ بِحَمْدِہٖ سے آپ حامد ہوئے اور جب حامد ہوئے تو اللہ تعالیٰ اس حمد کی برکت سے آپ کو محمود کردے گا یعنی ثنائے خلق کی نعمت سے اور حَسَنَۃ کی دولت سے مالامال کردے گا۔

اور آگے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ پڑھو سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ اس کا اصطلاحی ترجمہ سن لو:

اَیْ اُسَبِّحُ اللہَ عَنِ النَّقَائِصِ کُلِّھَا عَلٰی حَسْبِ شَانِ عَظْمَتِہٖ[19]

میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں تمام نقائص سے اس کی شانِ عظمت کے شایانِ شان۔ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جَزَآءً وِّفَاقًا اللہ تعالیٰ کی جزا موافق عمل ہے یعنی اللہ تعالیٰ عمل کے موافق جزا دیتا ہے، تو تم جب اللہ کی عظمتِ شان بیان کروگے تو اللہ تعالیٰ اس کے صدقے میں تمہاری عظمتیں دوسرے بندوں کے دلوں میں ڈال دے گا، مگر یہ نیت نہ کرو کہ ہم بندوں کے دلوں میں عظیم ہوجائیں، اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا سکھلائی:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا[20]

---

[19] فتح الباری للعسقلانی: ۱۳/۵۴۱ (۵۶۳)، باب قولہ ونضع الموازین القسط، دار المعرفۃ، بیروت
[20] مسند البزار: ۱۰/۳۱۵ (۴۴۳۹)، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینۃ المنورۃ

اے اللہ! مجھے میری نظر میں صغیر فرما، مگر بندوں کی نظر میں مجھے حقیر نہ فرما، بندوں کی نظر میں مجھے کبیر کر دے، کیوں کہ اگر دوسرے حقیر سمجھیں گے تو مجھ سے دین کیسے سیکھیں گے؟ معلوم ہوا کہ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا کی دُعا مانگنا تو جائز ہے، لیکن عظیم بننے کی نیت کرنا جائز نہیں ہے۔ کوئی عمل اس نیت سے نہ کرو کہ ہم مخلوق کی نظر میں کبیر ہو جائیں اور مخلوق ہماری خوب عزت کرے بلکہ ہمیں اللہ مخلوق کی نظر میں بڑا اس لیے دکھائے تاکہ جب ہم ان کو دین کی بات پیش کریں تو بوجہ عظمت کے ہماری بات ان کو قبول کرنا آسان ہو۔ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا کی دُعا کا مقصد اپنی ذات کے لیے، دنیوی عزت کے لیے بڑائی مانگنا نہیں ہے۔ اگر دنیوی عزت کی نیت ہے تو وہی عمل طلبِ جاہ اور ریا ہو جائے گا، نیت پر ہر عمل کا دارومدار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی عزت وجاہ کی نیت نہیں سکھائی بلکہ یہ سکھایا کہ اے اللہ! آپ اپنے بندوں میں مجھے بڑا تو دکھایئے، مگر ایک شرط سے کہ جب آپ مجھے لوگوں کی نظر میں بڑا دکھائیں تو میری نظر میں مجھے چھوٹا دکھایئے، پہلے آپ مجھے میری نظر میں مٹا دیجیے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا مانگا تاکہ اللہ مجھے میری نگاہوں میں حقیر رکھے تاکہ جب اللہ تعالیٰ مجھے فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا بنائیں اور جب لوگوں کی طرف سے مجھے عظمتیں ملیں تو اس کبیرا کا ضرر مجھے نہ پہنچے۔ یہاں فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا دافع ضرر ہے فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا کا، تاکہ جب مخلوق کی نظر میں آپ مجھے بڑا دکھائیں تو میں اپنی نظر میں پہلے ہی حقیر ہو چکا ہوں کیوں کہ جب اپنی نظر میں حقیر ہوں گا تو مخلوق کی تعریف میں آکر اپنے کو بڑا نہیں سمجھوں گا اور مردود ہونے سے بچ جاؤں گا، کیوں کہ شیطان اپنے کو بڑا سمجھنے ہی سے مردود ہوا۔ پس اگر آپ نے کبیر بننے کی نیت کرلی تو صغیر بننے کی جو دُعا ہے وہ رائیگاں ہو گئی۔ کبیر بننے کی نیت کے بعد آپ اپنی نگاہ میں صغیر نہیں رہ سکتے۔ آپ تو اس کبیر بننے کے شوق میں خود ہی کبیر ہو گئے، اسی لیے پہلا جملہ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا ہے۔ معلوم ہوا کہ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا وہی ہوں گے جو فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا ہوں گے، اپنی نگاہوں میں جب ہم حقیر ہوں گے تب اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے بندوں کی نگاہوں میں ہمیں کبیر کرے گا اور اگر کبیر بننے کی نیت کرلی کہ نماز اس لیے پڑھو، امامت اس لیے کرو کہ ہماری خوب تعریف ہو، مخلوق ہمارے ہاتھ پاؤں چومے، ہماری خوب عزت ہو، تو یہ تو اپنے

نفس کے لیے کبیر بننا پہلے ہی ہو گیا، اسی لیے تواضع پر رفعت کا ثمرہ جو ہے اس کے بیچ میں لِلّٰہِ لگا ہوا ہے، مَنۡ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرے گا اس کے لیے ہے رَفَعَهُ اللّٰهُ کہ اللہ اس کو بلندی دے گا، لیکن جو اس نیت سے تواضع کرے اور سب کی جوتیاں سیدھی کرے تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے بلندی دے دے، تو اس کو رَفَعَهُ اللّٰهُ نہیں ملے گا کیوں کہ یہ لِلّٰہِ نہیں رہا۔ یہ بیچ میں لِلّٰہِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل فرمایا کہ تواضع اللہ کے لیے ہو، ثمرہ پر نظر نہ ہو کہ اللہ تواضع کے صلے میں ہمیں بلندی دے دے۔ بلندی کے لیے تواضع نہ کرو، اللہ کا حکم سمجھ کر کرو۔ رفعت کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی کہ اللہ اس کو بلندی دے گا۔ جو اللہ کے لیے تواضع کرے گا، مگر جو رفعت کی نیت سے تواضع کرے گا تو اس کی تواضع قبول ہی نہیں ہوگی، کیوں کہ یہ تواضع لِلّٰہِ نہیں ہے۔ لام تخصیص کے لیے ہے کہ تواضع اللہ کے لیے خاص کرو، اپنے نفس کو مٹاؤ، پھر جو چاہے اللہ دے دے۔ مزدوری کرو لیکن مزدوری کی اجرت اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو کہ جو چاہے آپ دے دیں، ہم رفعت کی نیت نہیں کرتے، آپ کی رضا کی نیت کرتے ہیں۔ ثمرہ تو ملے گا مگر بعض ثمرات ایسے ہیں کہ نیات سے وہ خراب ہو جاتے ہیں یعنی بُری نیت سے۔ بعض ثمرات ایسے ہیں کہ اگر ان کی نیت کر لی جائے تو نیت لِلّٰہِ نہیں رہے گی۔ مَنۡ تَوَاضَعَ کے بیچ میں لِلّٰہِ اس لیے داخل کیا تاکہ اللہ کی عظمت کے سامنے دب جاؤ، اپنے کو اللہ کے سامنے مٹا دو کہ ہم کچھ نہیں ہیں تو ساری نعمتیں حاصل ہو جائیں گی۔ سبحان اللہ سے تزکیۂ اخلاق نصیب ہوگا، بحمدہٖ سے آپ کو ثنائے خلق یعنی حَسَنَةً کی تفسیر مل جائے گی اور عظیم کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کو عظیم فرمائیں گے، مگر عظمت کی نیت نہ کرنا اپنے کو مٹا دو۔

میرے شیخ فرماتے تھے کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ حضرت! تصوف کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ آپ جیسے عالم فاضل کو مجھ جیسا طالب علم کیا بتا سکتا ہے، لیکن جو اپنے بڑوں سے سنا ہے اسی کی تکرار کرتا ہوں کہ تصوف نام ہے اپنے کو مٹا دینے کا۔ اس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیکھو چاند کا نور ذاتی نہیں ہے، سورج کے نور سے مستنیر ہے، یعنی قمر مستنیر اور شمس منیر ہے، چاند مستفید ہے اور سورج مفید ہے لیکن ایسا کب ہوتا ہے؟ جب زمین کا گولا بیچ سے ہٹ جائے تب چودہ تاریخ کا چاند

روشن ہوگا، جتنا جتنا زمین کا گولا آتا ہے چاند اندھیرا ہوتا جاتا ہے۔ ایسے ہی جس کے نفس کا گولا جتنا اللہ اور دل کے درمیان آتا ہے اتنا ہی نفسانیت اور اخلاق رذیلہ سے اس کا دل اندھیرا ہوتا چلا جاتا ہے۔ جس کے دل کے اور اللہ کے درمیان میں پورا نفس آگیا اس کا دل بالکل اندھیرا ہوگیا اور جس نے نفس کو پورا مٹادیا اس کا دل بدرِ منیر کی طرح روشن ہوگیا۔ پھر اس کی تقریر میں بھی نور کامل ہوگا اور اس کی تحریر میں بھی نور کامل ہوگا اور اس کے لباس میں بھی نور کامل ہوگا، اور جو شخص جتنا نفس نہیں مٹائے گا اس کے دل کا اتنا حصہ اندھیرا ہوگا۔ مثلاً: بارہ آنے مٹایا اور چار آنے نہیں مٹایا تو چار آنے اندھیرا رہے گا، اس کی تقریر میں، تحریر میں، قلم میں اور زبان میں۔ بس میں نے اپنے بڑوں سے جو سنا تھا وہ آپ کو سنادیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔

اب دُعا کرو کہ جتنے حافظ ہوئے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ عالم بھی بنادے اور جتنے عالم ہیں ان کو باعمل بنادے اور اختر کو، میری اولاد کو، ذریّات کو، میرے احبابِ حاضرین کو، احباب غائبین کو میرے طلبائے کرام کو، میرے حفاظِ کرام کو، ہمارے علمائے کرام کو، ہمارے اساتذۂ کرام کو اور حاضرین عوام کو کسی کو بھی محروم نہ فرما۔ ہم سب کو دنیا و آخرت دونوں جہان دے دے، ہم سب کو اپنا دردِ دل بخش دے، اپنی محبت دے دے۔ اے اللہ! اولیاء اللہ کی نسبت نصیب فرمادے۔ ہم سب کو اپنا مقبول اور اپنا محبوب بنالے اور دنیا ہماری نگاہوں سے گرادے۔ اس طرح ہمارے قلب کو اپنی تجلی عطا فرما کہ دنیا جہاں میں یہ شعر پیش کرسکیں ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صاحبِ نسبت کردے اور سلامتیٔ اعضاء سلامتیٔ ایمان سے زندگی عطا فرمائے اور سلامتیٔ ایمان اور سلامتیٔ اعضاء کے ساتھ دنیا سے اُٹھائے۔ یہ دُعا ہمارے لیے ہمارے بچوں کے لیے اور ہم سب کے لیے قبول فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

مجلس در خانقاہ

(وعظ کے بعد حضرت مرشدی مدظلہم العالی مسجد سے خانقاہ تشریف لائے۔ مسجد سے بہت سے لوگ حضرت والا کے ساتھ خانقاہ آ گئے۔ اس وقت حضرت مرشدی فداہ روحی نے کچھ ارشادات فرمائے جو یہاں نقل کرتا ہوں۔ جامع)

ارشاد فرمایا کہ الحمدللہ! ہمارے شیخ الحدیث جنھوں نے بخاری شریف جلد ثانی پڑھائی ہے، میری تقریر سن کر کہہ رہے ہیں کہ میں نے دیوبند میں بھی یہ باتیں نہیں سنیں خاص کر یہ کہ سُبْحَانَ اللهِ میں جو سبحان ہے اس کا پڑھنے والا اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہو جاتا ہے اور بِحَمْدِہٖ میں جو حمد ہے اس کا پڑھنے والا حامد سے محمود ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی عظمت بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ مخلوق کے دل میں اس کی عظمت ڈالیں گے از روئے قاعدہ جَزَآءً وِّفَاقًا مگر عظمت کی نیت نہ کرو کیوں کہ عظیم بننے کی نیت جائز نہیں ہے مگر اللہ میاں سے مانگنا وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے بندوں کی نظر میں بڑا دکھادے مگر ایک شرط ہے کہ جب آپ مخلوق میں مجھے بڑا دکھایئے تو مجھے میری نظر میں چھوٹا دکھایئے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں شیطان مجھے میری نگاہوں میں بڑا دکھا کر مجھے شیطان بنادے لہٰذا پہلے آپ مجھے میری نظر میں مٹادیجیے تاکہ جب لوگوں سے مجھے عظمتیں ملیں تو مجھے اس کا ضرر نہ پہنچے۔ یہاں فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا دافعِ ضرر ہے فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا کا۔ کتنی بڑی بات ہے مولانا! یہ معمولی بات نہیں ہے۔ آج بڑے بڑے اولیاء ہوتے تو وجد کرتے اختر کی اس بات پر۔ یہ علمِ عظیم ان ہی کی غلامی کا صدقہ ہے کہ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا جو ہے یہ دافعِ ضرر ہے اگلی نعمت فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا کا کہ مخلوق میں جب آپ مجھے بڑا بنادیں تو پہلے آپ مجھے بالکل مٹادیں تاکہ میں لوگوں کی تعریف کے چکر میں نہ آجاؤں اور کہیں اپنے کو بڑا نہ سمجھنے لگوں۔ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا آسان نہیں ہے۔ جب انسان فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا ہوتا ہے تو خود بھی فِیْ عَیْنِیْ کَبِیْرًا ہو جاتا ہے۔ شیطان اپنی انا کا مرض اس میں ڈال دیتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں۔ آئی ایم ویری ویری وی آئی پی (I am very very V.I.P) اور پی تکبر کی شراب پی۔ اس لیے فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا کو پہلے مانگا تاکہ اللہ مجھے میری نگاہوں میں

حقیر رکھے اور جب فِیْٓ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا بنائیں تو اس کبیرًا کا ضرر مجھے نہ پہنچے ورنہ میرا نفس بھی کہیں مجھے کبیر سمجھ لے۔ جہاں دس آدمیوں نے تعریف کی تو پھول گئے اور جب پھول گئے تو پھیل گئے اور جب پھیل گئے تو زیر سیل گئے، سیلاب کے بہاؤ میں بہہ گئے اور شیطان نے کہا کہ اب مارلی بازی، جس بات سے وہ مردود ہوا اسی بڑائی کے مرض میں مبتلا کرکے خوشی سے تالیاں بجاتا ہے کہ میں جس مرض سے مردود ہوا اپنی مجرب گولی اس کو کھلادی۔ میں نے اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ کہا تھا وہی اَنَا خَیْرٌ اس کے دل میں ڈال دیا۔ اب یہ سالک برباد ہو گیا اور مقبول بار گاہِ الٰہی نہیں ہو سکتا۔

آج شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف صاحب جو حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی کے خلیفہ ہیں اور دارالعلوم دیوبند میں بھی شیخ الحدیث رہ چکے ہیں میری تقریر سن کر کتنا خوش ہو رہے تھے اور ہنس رہے تھے۔ اور اشرف المدارس کے دوسرے استاذِ حدیث جو دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہیں، انہوں نے بھی اقرار کیا کہ یہ باتیں انہوں نے دیوبند میں بھی نہیں سنیں، یہ سب میرے بزرگوں کی دُعائیں ہیں۔ حضرت شاہ محمد احمد صاحب کے خلیفہ اور محبوب مرید دبیر صاحب جو اس وقت یہاں موجود ہیں وہ بھی جانتے ہیں کہ میں اللہ والوں کے پاس کس شوق سے جاتا تھا؟ حضرات اکابر کے پاس کس شوق سے رہتا تھا؟ کیا کہیں بس بزرگوں کی صحبت نے کیا کیا ہے مجھ کو۔ بس جو کچھ مجھ کو دیکھتے ہو سب کچھ ان ہی کا ہے، ان ہی کی دُعائیں ہیں۔ میرے قلب میں یہ بات آئی تھی کہ سُبْحَانَ اللہِ کا کیا فائدہ ہو گا اور بِحَمْدِہٖ کا کیا فائدہ ہو گا اور عَظِیْمٌ کا کیا فائدہ ہو گا؟ بس چند منٹ میں غیب سے تازہ مال آیا اور میں نے بیان کر دیا۔ قرآن پاک سے ثابت ہے جَزَآءً وِّفَاقًا[۲۱] جزاء موافق عمل۔ تو جب بندہ نے کہا سُبْحَانَ اللہِ یعنی اللہ پاک ہے تو اللہ کی طرف سے جزاء یہی ہو گی کہ بندے! میرے حکم سے تو بھی پاک ہو جا۔ جب اس نے کہا کہ وَبِحَمْدِہٖ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی تو اس کی جزا میں اللہ تعالیٰ سے مخلوق میں محمود کر دیں گے لیکن محمود ہونے کی نیت نہ کرے۔ اور جب اللہ کی عظمت بیان کی سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ تو اللہ تعالیٰ اس کو عظمت دیں گے مگر شرط یہی ہے کہ اپنی عظمت کا خیال نہ کرے، اللہ کی عظمت کا خیال کرے اور اس کا حق ادا کرے۔ جو اپنے ہنر پر نظر رکھتا ہے

[۲۱] النبا:۲۶

وہ اسی وقت بے ہنر ہو جاتا ہے۔ جیسے کوئی اپنی بیوی سے محبت کرے لیکن بیوی کے منہ سے نکل جائے کہ آپ میری محبت پر مجبور ہیں، میرا کتابی چہرہ، میری ہرن جیسی آنکھیں آپ کو مجبور کرتی ہیں کہ آپ مجھ سے پیار کریں تو سارا مزہ کرکرا ہو جائے گا یا نہیں؟ کہے گا اری نالائق! تو نے مجھے مجبور سمجھ لیا۔ بیوی کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ ہم تو اس قابل نہیں تھے، آپ کا کرم ہے جو آپ مجھے بغیر کسی اہلیت کے اتنا زیادہ نوازتے ہیں۔ بندے کا یہی فرض ہے کہ اللہ کے کرم کو اپنے کسی کمال کا ثمرہ نہ سمجھے۔ بس یہی کہتا رہے کہ اللہ کا کرم ہے ہم اس قابل نہیں تھے جو آپ ہمیں یہ عزت دے رہے ہیں اور اسی کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے، اور جو یہ کہے گا کہ میں اسی قابل ہوں جب ہی تو اللہ تعالیٰ مجھے عزت دے رہے ہیں تو سمجھ لو یہ شخص نالائق ہے، بے وقوف ہے کیوں کہ تکبر ہمیشہ بے وقوفوں کو ہوتا ہے۔ یہ بات میرے شیخ ہمیشہ فرماتے تھے کہ جو اپنے آپ کو جتنا بڑا سمجھتا ہے اتنا ہی بے وقوف ہوتا ہے یعنی کبر کا مرض بے وقوفی سے ہی ہوتا ہے۔ شیطان بے وقوف تھا۔ جو جتنا بڑا متکبر ہو گا اتنا ہی بڑا بے وقوف ہو گا ورنہ عقل مند آدمی اللہ تعالیٰ کی عظمتِ غیر محدود کے سامنے کبھی نہیں کہے گا کہ میں اس قابل ہوں۔ وہ تو یہی کہے گا کہ اے اللہ! آپ کی عظمت غیر محدود ہے اور میری بندگی محدود ہے تو محدود بندگی غیر محدود عظمتوں کا حق کیسے بجا لا سکتی ہے؟ اس لیے اللہ تعالیٰ اس حماقت سے بچائے، جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے بے وقوف ہے، عقل کی کمی ہے۔ رزلٹ آؤٹ ہونے سے پہلے کوئی شاگرد تکبر کرتا ہے تو استاد کیا کہتا ہے، کہ ابے گدھے! پہلے نتیجہ تو دیکھ لے۔ ایسا تو نہیں کہ تو سَو سَو کر رہا ہے اور دس نمبر بھی نہ ملیں۔ تو مرنے سے پہلے اپنے عمل پر کیا ناز کرتے ہو، یہ دیکھو کہ قیامت کے دن کیا نتیجہ نکلے ہو گا؟ عقل مندوں نے کہا ہے کہ قیامت سے پہلے اپنی قیمت مت لگاؤ۔ قیامت کے بعد قیمت لگانا۔ پھر قیامت کے دن جب قیمت لگ جائے تب اچھلو کودو اور جھنڈا لہرا دو کہ بھائی ماشاء اللہ! ہم پاس ہو گئے لیکن قیامت سے پہلے کیا اِتراتے ہو۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس وقت حافظوں کا بھی حق ادا ہوا اور عالموں کا بھی۔ قرآنِ مجید بھی ختم ہوا اور بخاری شریف بھی ختم ہوئی تو الحمدللہ دونوں کے متعلق مضمون بیان ہو گیا۔

دل کس کو دینا چاہیے؟

دورانِ گفتگو حضرت والا نے اپنا یہ شعر پڑھا ؎

جتنے حسین دوست تھے ان کا بڑھاپا دیکھ کر
حسن کی شان گر گئی میری نگاہِ شوق سے

اور فرمایا کہ اگر دل دینا ہے تو کسی کے بچپن کو دیکھ کر دل مت دو، اس کا پچپن سامنے رکھو کہ پچپن کی عمر میں اس پر کیا پن آئے گا؟ کون سا پن آئے گا؟ ابھی تو بچپن لگا ہوا ہے، لہٰذا اس سے بچو۔ دیکھو بچپن میں بچ لگا ہے کہ نہیں۔ آج یہ نیا علم عطا ہوا۔ ابھی ابھی قلب کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے کہ ارے ظالمو! بچپن میں تو تم لوگوں نے پہلے ہی بچ لگایا ہوا ہے، لہٰذا بچو، بچو، بچو، کسی کے بچپن سے بچو ورنہ تمہارا پچپن خراب ہو جائے گا، حالت خراب ہو جائے گی، لہٰذا اب میرا شعر سنیے ؎

ان کے پچپن کو ان کے بچپن سے
پہلے سوچو تو دل نہیں دو گے

دل دینا ہے تو اللہ والوں کو دے دو، ان پر اپنا دل فدا کر دو۔ یہ مشورہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ دل سوائے اللہ والوں کے کسی کو مت دو کیوں کہ اللہ والے تمہارا دل لے کر تمہیں اللہ سے ملا دیں گے۔ وہ تمہارا دل لے کر چاٹیں گے نہیں اور نہ تم سے کچھ لیں گے، وہ کیا کریں گے تمہارا دل لے کر۔ لیکن اگر تم نے ان کو دل دے دیا تو وہ اپنے ساتھ تمہارے دل کو ملا کر جب اللہ کے حضور حاضر ہوں گے تو تمہارا دل بھی حاضر ہو جائے گا۔ ان کی حضوری آپ کے دل کی حضوری کا سبب بن جائے گی کیوں کہ آپ نے ان کے دل کے ساتھ اپنے دل کو منتھی کر دیا، پیوند کر دیا۔ جب ان کا دل اللہ کے حضور میں ہو گا تو تمہارا دل بھی حاضر ہو جائے گا۔ آہستہ آہستہ آپ صاحبِ نسبت ہو جائیں گے، آپ اپنے ایمان و یقین میں فرق محسوس کریں گے، عبادت کی لذت میں فرق محسوس کریں گے۔ آپ بتائیے جب آپ لوگ پہلے پہلے آئے تھے تو اس وقت کی حالت میں اور آج کی حالت میں کچھ فرق محسوس کر رہے ہیں یا نہیں؟ بس دیکھ لیجیے۔ ماں کا دودھ پیتے ہی پہلے دن پتا نہیں چلتا کہ بچہ کتنا بڑا ہوا؟ اگر روز کا روز فیتہ لے کر

ناپو تو مایوسی ہو جائے گی لیکن چھ مہینے کے بعد ناپو تو پتا چلے گا۔ خانقاہوں کا بھی نفع روزانہ فیتہ لگا کر مت ناپو کہ آج کیا ملا؟ اگرچہ ملا لیکن ملنا محسوس ہونا ضروری نہیں ہے۔ کچھ دن کے بعد پتا چلے گا۔ جیسے کچھ دن بعد پتا چلتا ہے کہ بچہ اتنا تھا آج ماں کی تربیت سے اتنا بڑا ہو گیا۔ ایسے ہی روح میں ذکر اللہ سے، صحبتِ اہل اللہ سے رفتہ رفتہ ترقی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن روح ایک دم اللہ والی ہو جائے گی، نسبت عطا ہو جائے گی جس کی علامت یہ ہو گی کہ گناہ کرنے کی طاقت تو ہو گی لیکن اس طاقت کو استعمال کرنے کی پھر طاقت نہ رہے گی۔ یہ جملہ خاص مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے جیسے جنگل میں ایک سیاح کے سامنے اچانک جھاڑی سے ایک شیر نکل آیا اور اسی وقت پوری دنیا میں جو حسن میں اوّل نمبر آئی ہے وہ آکر کھڑی ہو گئی اور کہا کہ یہ اخبار ہے، میں پوری دنیا میں اوّل نمبر آئی ہوں تو وہ سیاح کہے گا کہ مجھے کچھ سنائی نہیں دیتا میں تو بہرا ہوں۔ وہ کہتی ہے اچھا مجھے دیکھ ہی لو تو وہ کہتا ہے کہ میں اندھا ہوں۔ کہا: کیوں؟ کہا: یہ شیر جو سامنے کھڑا ہے۔ تو جب شیر سے یہ حال ہے تو خالقِ شیر سے کتنا ڈرنا چاہیے۔ عظمتِ الٰہیہ جن کے سامنے ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ غیر محدود کو سامنے رکھتے ہیں کہ اے نفس! تیری کیا سنوں مجھے وہ اللہ دیکھ رہا ہے جو بہت بڑی قدرت والا ہے، جو ہم کو چٹنی بنا کر رکھ سکتا ہے، جو ہمارے دماغ کو ہلا سکتا ہے کہ ہم گٹر کے پانی کو شربت سمجھ کر پی جائیں۔ اگر وہ ہمارے گردے میں پتھری ڈال دے تو ہماری ساری حسن بازی اور عشق بازی ختم ہو جائے، جو ہمیں بلڈ کینسر کر دے کہ جسم سے سارا خون نکالا جا رہا ہے اور ہم ہائے ہائے کرتے رہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ انسان اتنا بے وقوف ہے کہ جب تک ہائے ہائے میں مبتلا نہیں کیا جاتا تب تک اس کو اللہ یاد نہیں آتا۔ الا ماشاء اللہ جن کو اللہ نے اپنی محبت و عظمت کی معرفت سے نوازا ہے اور یہ اہل اللہ کی جوتیوں کا انعام ہے اور جس کو یہ نصیب نہ ہو تو سمجھ لو کہ اس کے اندر ابھی کوئی خامی اور بے وفائی موجود ہے۔ یہ چکنا گھڑا ہے۔ اس نے روغنِ نفس لگا رکھا ہے، چکنے گھڑے پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس لیے نمکین اور حسین صورتوں سے پاگل ہو رہا ہے لیکن اتنے میں کوئی شخص ایک کالا سانپ وہاں لا کر چھوڑ دے جس کے ڈسنے کے بعد کھوپڑی پھٹ جاتی ہے تو جب وہ کالا سانپ دیکھے گا تو بتاؤ یہ وہاں حسین کو دیکھے گا یا بھاگے گا؟ چاہے وہ حسین، نمکین، چمکین اور دمکین بھی ہو، سب چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا استحضار مانگو۔ بغیر

استحضارِ عظمت کے تم کامیاب نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل و رحمت مانگو جس کے ذریعے سے اصلاح نصیب ہوتی ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا [۲۲]

یعنی اگر اللہ کا فضل و رحمت نہ ہوتا تو اے صحابہ! تمہاری اصلاح نبی بھی نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ عہدِ نبوت میں یہ آیتیں نازل ہوئی تھیں اس لیے صحابہ اس کے مخاطب اوّل ہیں، میرے فضل اور میری رحمت سے تمہاری اصلاح ہوگی لہٰذا وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ تمہارا تزکیہ میری مشیت کا محتاج ہے۔ بابِ نبوت تو ذریعہ اور وسیلہ ہے مگر مشیتِ الٰہیہ بھی ساتھ ہو ورنہ ابوجہل کو اثر نہیں ہوا۔ اس لیے کہتا ہوں کہ شیخ کے ہاں رہتے ہوئے دو رکعات پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل اور اس کی رحمت اور اس کی مشیت مانگو کیوں کہ یہاں ان دونوں آیتوں میں تین چیزیں بتائی گئی ہیں۔ فضل، رحمت اور مشیت تو اللہ تعالیٰ سے کہو کہ اے اللہ! اپنا فضل، اپنی رحمت اور اپنی مشیت میری اصلاح کے لیے شامل فرمادے تاکہ تیرے نیک بندے میری وجہ سے بدنام نہ ہوں۔

حسینوں سے بچنے کی ایک تدبیر

ارشاد فرمایا کہ کینیڈا سے ایک پاکستانی اسٹوڈنٹ کا فون آیا کہ کرسچین لڑکیاں ہم سب پاکستانی نوجوانوں کو اپنی طرف بلاتی ہیں۔ میں نے کہا ایسا کرو کہ پگڑی باندھ لو، ہر وقت سر پر پگڑی باندھو اور ہاتھ میں تسبیح رکھو، پھر دیکھو کون کرسچین لڑکی آپ کو بلاتی ہے تو اس نے لکھا کہ جب سے سر پر پگڑی باندھی ہے ساری لڑکیاں مجھ کو دیکھتے ہی بھاگتی ہیں کہ یہ تو پادری معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح ری یونین کے نوجوان علماء نے کہا کہ کرسچین لڑکیاں داڑھی والوں کو زیادہ اشارہ کرتی ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ ان کا نیک گمان ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ داڑھی والے تقویٰ کی برکت سے فل اسٹاک ہوتے ہیں، اندر خوب مال ہے اور پتلون والوں کو سمجھتی ہیں کہ سب آؤٹ آف اسٹاک ہیں۔ نہ فل ہیں نہ ہاف ہیں، نو اسٹاک ہیں، کچھ بھی نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پھر اس کا کیا علاج ہے؟ میں نے کہا کہ اس کا علاج سن لو، میرا یہ انگریزی شعر پیش کر دیا کرو جو اسی وقت موزوں ہوا تھا ؎

---

[۲۲] النور:۲۱

اس نے کہا کہ کم ہیئر
میں نے کہا کہ نو پلیز
اس نے کہا کہ کیا وجہ
میں نے کہا خوفِ خدا

دُعائے اذان کی تشریح

اس کے بعد مسجد اشرف میں ظہر کی اذان ہوئی۔ حضرت نے اذان کے اختتام پر درود شریف پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا لازم ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ درود شریف پڑھنے کے بعد یہ دُعا پڑھو۔ یہ دُعا پڑھنے والے کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔ یہ دُعا اپنی بیویوں کو بھی سکھادو۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ اے اللہ! آپ اس دعوتِ کاملہ کے رب ہیں۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں دعوتِ تامہ کا ترجمہ دعوتِ کاملہ کیا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت ہے اور اللہ تعالیٰ کی کوئی بات ناقص نہیں ہو سکتی اس لیے یہ دعوتِ کاملہ ہے اور رب کیوں فرمایا کہ آپ اس دعوت کاملہ کے رب ہیں، کلماتِ اذان کے لیے رب کا لفظ نازل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے میں تمہاری جسمانی پرورش کرتا ہوں جب تم نماز پڑھو گے تو میں تمہاری روحانی پرورش بھی کروں گا لہٰذا آؤ مسجد میں تمہارا رب بلا رہا ہے اور رب جب بلاتا ہے تو کوئی چیز کھلاتا پلاتا ہے کیوں کہ پالنے والا ہے۔ پس میں تمہیں روحانی ناشتہ کراؤں گا اس لیے یہاں رب نازل فرمایا کہ آپ اس دعوتِ کاملہ کے رب ہیں جس سے آپ ہماری روحانی پرورش فرمائیں گے، مسجد میں نماز پڑھنے کی حالت میں ہمارا ایمان ویقین بڑھے گا اور روحانی تربیت ہوگی ہماری روح زندہ ہوگی، ہمیں حیات پر حیات ملے گی، زندگی میں زندگی ملے گی۔ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اور آپ اس نماز کی طرف بلا رہے ہیں جو قائم ہے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے قائمہ کا ترجمہ کیا ہے دائمہ یعنی یہ نماز وہ ہے جو دائم ہے اور دائم کیوں ہے؟ کیوں کہ لَاتَنْسَخُھَا مِلَّۃٌ وَلَا تُغَیِّرُھَا شَرِیْعَۃٌ،[۲۳] اب کوئی

[۲۳] مرقاۃ المفاتیح: ۲/۳۳۱، باب فضل الاذان واجابۃ المؤذن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

شریعت و مذہب دوسرا نہیں آئے گا جو اس نماز کے ارکان کو بدل دے اس لیے فرمایا کہ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اَیِ الصَّلٰوۃِ الدَّآئِمَۃِ کہ یہ نماز قیامت تک قائم رہے گی جب تک اسلام رہے گا، اب کوئی اس کو بدل نہیں سکتا، اس نماز کے ارکان دائم رہیں گے۔ اب کوئی ملت اور شریعت اس میں تبدیلی نہیں کرے گی کیوں کہ ملت اسلامیہ ہی اب قیامت تک رہے گی، کوئی اور مذہب نہیں آئے گا۔ اس کے بعد ہے اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم الشان مرتبہ عطا فرما۔ وسیلہ کے معنٰی ہیں عظیم الشان مرتبہ وَالْفَضِیْلَۃَ لیکن مرتبہ غیر متناہی ہو اس کی کوئی حد نہ ہو، جو بڑھتا ہی رہے۔ فَضِیْلَۃ کے معنٰی ہیں غیر متناہی اور وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ پڑھنا جائز نہیں کہ یہ سنت سے ثابت نہیں ہے۔ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا اور مقامِ محمود پر ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایئے اَلَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ جس کا آپ نے وعدہ کیا ہے اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ آپ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتے تو محدث عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اپنے محبوب اور پیارے نبی کو مقامِ محمود یعنی مقامِ شفاعت عطا کریں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کیوں مقامِ محمود کے مانگنے کا حکم دیا ہے اس میں کیا راز ہے؟ جب اللہ کا وعدہ ہے تو اللہ تو دے ہی دے گا تو فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگنے کا حکم اس لیے دیا کہ جو میرے لیے مقامِ محمود یعنی مقامِ شفاعت مانگے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ یہ راز ہے اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کا کہ اے اللہ! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن مقامِ شفاعت عطا فرما۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اس دعا کو پڑھے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو شفاعت کا حق یقیناً ملے ہی گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ لیکن فائدہ ہمارا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شفاعت کا مقام مانگنے والے کا فائدہ ہے کہ اس کے حق میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔

آج میں نے کلماتِ اذان کا ترجمہ بھی بتا دیا اور با قاعدہ مدلل۔ یہ اناڑی ترجمہ نہیں ہے نہ کباڑی ہے بلکہ معیاری ہے یعنی مستند بشرح المشکوٰۃ المسمّٰی بالمرقاۃ اور دوسری

بڑی کتابوں سے ہے جبکہ سب کو علم ہے کہ میں کتاب دیکھتا بھی نہیں ہوں، اتنی کمزوری ہے۔ کسی وقت آج کئی برس سے مجھے مطالعہ کرتے ہوئے آپ نے کبھی دیکھا مولانا مظہر میاں! مگر میرا پہلا دیکھا ہوا ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یاد رہتا ہے۔ میرے شیخ کی کرامت ہے کہ پڑھنے کے زمانے میں آج سے پچاس پچپن سال پہلے جو پڑھا تھا وہ میں ابھی منبر پر بیان کر سکتا ہوں۔ لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔

دیکھ لو بنگلہ دیش والو! میری پہلی تقریر جب شاہی مسجد کے دارالحدیث میں ہوئی تھی تو بتاؤ سب سے بڑے محدث مولانا عزیز الحق صاحب نے کیا کہا تھا کہ میں نے زندگی میں ایسی تقریر نہیں سنی جس میں منطق، فلسفہ، نحو، حدیث و تفسیر کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ الحمد للہ! پہلا بیان تھا بنگلہ دیش کا جس کے بعد بڑے بڑے علماء مجھ سے بیعت ہوئے۔ میرا پہلا بیان اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہر ملک میں زوردار کرا دیتا ہے جس کو میں کہتا ہوں کہ فرسٹ امپریشن از دی لاسٹ امپریشن (First Impression is the last Impression) کیوں کہ پہلا بیان آبرو رکھ لیتا ہے اپنے پیاروں کے صدقے میں، اپنے پیاروں کی غلامی کے صدقے میں۔ دیکھو آج بھی کیسے کیسے بڑے بڑے محدث بیٹھے ہوئے تھے، اگر آج کا بیان پھسپھسا ہوتا تو یہ حضرات کیا سوچتے کہ۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

لیکن اللہ نے میری کیسی آبرو رکھی کہ آج وہ مضمون بیان کیا جو زندگی میں کبھی بیان نہیں کیا تھا۔ پوری روئے زمین پر افریقہ، لندن، کینیڈا، بنگلہ دیش کہیں یہ مضمون بیان نہیں ہوا جو آج بیان ہوا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کا کیا ربط ہے؟ تین نعمتیں دلائیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ سے ہمارے اخلاق پاکیزہ فرمائے، وَبِحَمْدِہٖ سے ہمیں ثنائے خلق کی نعمت دلوائی اور عَظِیْمٌ سے مخلوق میں عظمت دلوائی لیکن ساتھ ساتھ ہمیں اس کے شر سے بھی بچایا کہ پہلے سُبْحَانَ اللّٰہِ کہو۔ اللہ تو نقص سے پاک ہے لیکن تم کبھی تعریفِ خلق سے کہیں تکبر میں نہ آجانا ورنہ جس اللہ کے تم غلام ہو اور نقائص سے پاکی بیان کر رہے ہو تکبر کی وجہ سے اس کی تجلی تم پر نہیں پڑے گی لہٰذا تم بھی پاک ہو جاؤ اور تم پاک ہو گے اللہ کی پاکی کو

بیان کرنے کے صدقے میں۔ پاکی بیان کرکے اللہ کی حمد بھی بیان کرو کہ دنیا بھر کی تعریفیں اس کے لیے خاص ہیں تو اس کی حمد کی برکت سے تم محمود بھی ہو جاؤ گے اور تمہارے اندر بڑائی نہیں آئے گی اور سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمْ سے اللہ کی عظمت بیان کرنے کے صدقے میں اللہ تم کو عظمت دے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی تسبیح و عظمت و حمد کی برکت سے تم کو اللہ مخلوق میں بڑائی ملنے کے شر سے پاک بھی رکھے گا۔

صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت اور اس کی مثال

مگر ان تمام علوم کے باوجود ایک چیز اپنی جگہ پر ہے اور وہ ہے بزرگوں کی صحبت۔ ان ہی کی برکت سے آدمی سنبھلا رہتا ہے اور صحبت کب چاہیے؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس وقت تک صحبت اختیار کرو جب تک کہ تم شیخ جیسے نہ ہو جاؤ۔ تمہارا مربی جیسا اللہ والا ہے ویسے ہی تم بھی ہو جاؤ۔ اتنے دن ساتھ رہو کہ تم بھی اس مقام پر پہنچ جاؤ جس پر تمہارا شیخ ہے۔ اس کی وضاحت اختر کرتا ہے کہ ایک درخت ہے جس کا تنا کمزور ہے، تو اس کے ساتھ ایک ڈنڈا باندھ دیتے ہیں اور ڈنڈے کو زمین میں گاڑ دیتے ہیں، تو ڈنڈا کھڑا ہوتا ہے جو مسٹنڈا بھی ہوتا ہے، مضبوط بھی ہوتا ہے یعنی اس لمبے درخت کو جو سیدھا جارہا ہے اس ڈنڈے کے سہارے سے وہ قائم رہتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کا تنا مضبوط ہو گیا تو اب ڈنڈا ہٹا لیتے ہیں، اس درخت کے ذمہ صرف ڈنڈے کا شکریہ باقی رہتا ہے۔ اسی طرح جب آدمی صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے تو شیخ کی پھر ضرورت نہیں رہتی، مگر شیخ کا شکریہ ہمیشہ ادا کرنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے شیخ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ مثال بھی پہلی دفعہ بیان ہوئی ہے کہ جو درخت کمزور ہوتے ہیں اگر ان کو اکیلا چھوڑ دو تو جب ہوا چلے گی تو وہ زمین پر گر جائیں گے۔ آپ نے صبح جا کر دیکھا تو زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔ تو آپ کہتے ہیں کہ بھائی ابھی تو سجدے کا حکم نہیں تھا، ابھی تو قیام کرنا چاہیے تھا، لہٰذا آپ نے لا کر ایک ڈنڈا لگا دیا۔ شیخ وہی ہے جو مریدین کو ابتدائی زمانے میں سہارا دیتا ہے اور دُعا کرتا ہے کہ اللہ کرے وہ دن آئے کہ اللہ سے ان کی نسبت بالکل قوی ہو جائے، پھر ہر شخص دوسروں کو سہارا دے گا۔ وہ درخت بھی دوسروں کے لیے سہارا بن جاتا ہے۔ اس کی ایک شاخ کاٹ کر دوسرے کمزور درختوں کے لیے سہارا بنا کر لگا دیتے ہیں۔ یہ شاخیں اصل ہی سے تو ہیں۔ جو درخت کبھی ایک ڈنڈے کے سہارے پر تھا وہ

اتنا مضبوط ہو گیا کہ اس کی ایک شاخ کاٹ کر لگادو تو دوسرے کمزور درخت اس سے سہارا لیں گے۔ اسی طرح دین پھیلا ہے صحابہ سے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سہارا پاکر قوی ہوئے پھر ان کے صدقے میں تابعین قوی ہوئے اور ان کے صدقے میں تبع تابعین قوی ہوئے، وہی سلسلہ آج تک چلا آرہا ہے۔ آج جو مضمون بیان ہوا بتاؤ پہلے کبھی سنا تھا؟ دیکھ لو! اللہ تعالیٰ کی اختر پر رحمت نہیں ہے یہ؟ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے موقع پر جب کبھی ان پر علوم عطا ہوتے تھے تو ایک مصرعہ پڑھتے تھے ؎

میں ان کا نہ ہوتا تو یہ ملتا مجھے انعام

اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ برستی تو یہ علوم کیسے بیان ہوتے؟ میں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ بزرگوں کی دُعاؤں کی برکت سے آج میری آبرو اللہ نے کیسی رکھی۔ میں نے کوئی کتاب نہیں دیکھی، میں اس پر قسم اُٹھا سکتا ہوں کہ کوئی کتاب نہیں دیکھی، موقع ہی نہیں ملتا، ساری کتابیں یہاں رکھی ہیں بس یہ ہیں میرے بزرگوں کی دُعائیں۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

چاند تارے مرے قدموں میں بچھے جاتے ہیں
یہ بزرگوں کی دُعاؤں کا اثر لگتا ہے

ایک اور شاعر کا شعر سن لو ؎

سنا ہے سنگ دل کی آنکھ سے آنسو نہیں بہتے
اگر سچ ہے تو دریا کیوں پہاڑوں سے نکلتے ہیں

یعنی اگر دریا پہاڑوں سے نکل سکتے ہیں تو تمہارا دل اور آنکھیں گوشت پوست کی ہیں پتھر کی تو نہیں ہیں لیکن تم کو صحبت نہیں ملی۔ رونے والوں کی صحبت میں رہو تو دل نرم ہو جائے اور حسینوں سے بچنے اور دور رہنے کا غم اُٹھاؤ تو دل میں نرمی آجائے گی ؎

ان حسینوں سے دل بچانے میں
میں نے غم بھی بہت اُٹھائے ہیں

اختر کے پاس تو یہی غم ہے کہ بچپن سے عاشقانہ مزاج ہر وقت حسینوں سے دل بچا بچا کر غم اُٹھا رہا ہوں مگر یہی غم جو ہے ؎

داغِ دل چمکے گا بن کر آفتاب
لاکھ اس پر خاک ڈالی جائے گی

اس غم میں اتنا مزہ ہے، اتنا مزہ ہے کہ دونوں عالم سے زیادہ مزہ ہے کہ یہ اللہ کے راستے کا غم ہے۔ وہ اللہ کے راستے کی خوشیاں ہیں یہ اللہ کے راستے کا غم ہے۔ خوشی سب کو لذیذ ہے، غم کون اُٹھاتا ہے خوشیاں لینے کے لیے بہت سارے لوگ آگے بڑھ جائیں گے، غم اُٹھانے والے کم نکلتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس غم پر مقامِ صدیقین کو رکھا ہے عبادت پر نہیں رکھا۔

صبر بگذیدندہ صدیقیں شدند

یہ مولانا روم ہیں، فرماتے ہیں کہ جنہوں نے گناہ سے بچنے میں صبر اختیار کیا اور اپنی خواہشات کو چھوڑ دیا تو اس صبر کی برکت سے، گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھانے سے ان کو اللہ صدیق بناتا ہے۔

شکر ادا کرو آج اللہ نے تمہارے پیر کی آبرو رکھ لی، کیوں کہ آج یہ علوم نہ ہوتے تو دیوبند کے شیخ الحدیث کیا سوچتے کہ یہ صوفی ہے عالم نہیں ہے، مگر آج اللہ تعالیٰ نے سارے علماء سے منوا لیا کہ اللہ والوں کی غلامی کو معمولی نہ سمجھو۔ الحمد للہ! اختر اللہ والوں کا غلام ہے۔ میر صاحب نے یہیں خانقاہ سے سارا بیان جذب کیا کیوں کہ بیمار ہیں۔ کہہ رہے ہیں کہ میں نے زندگی میں ایسا بیان نہیں سنا، یہ مضامین پہلی بار بیان ہوئے۔ تو اس کو یاد کرلو، جہاں بیان کروگے تو لوگ ان شاء اللہ حیران رہ جائیں گے۔ سب لوگ دُعا کرو کہ میر صاحب جلدی سے اچھے ہو جائیں، کیوں کہ میرے اشعار کے چھپوانے کا سب کام یہی کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اختر کو بھی آپ کو بھی اور میر صاحب کو بھی مکمل صحت عطا فرمائے، دل کا کوئی وال کوئی رگ خراب نہ ہو۔ اللہ جلد سے جلد اچھا کردے تاکہ میرے سفر و حضر میں یہ میرا ساتھ دے سکیں اور میرا دینی کام کرسکیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

اس وعظ سے کامل نفع حاصل کرنے کے لیے یہ دستور العمل کیمیا اثر رکھتا ہے

دستور العمل

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

وہ دستور العمل جو دل پر سے پردے اٹھاتا ہے، جس کے چند اجزاء ہیں، ایک تو کتابیں دیکھنا یا سننا۔ دوسرے مسائل دریافت کرتے رہنا۔ تیسرے اہل اللہ کے پاس آنا جانا اور اگر ان کی خدمت میں آمد و رفت نہ ہو سکے تو بجائے ان کی صحبت کے ایسے بزرگوں کی حکایات و ملفوظات ہی کا مطالعہ کر و یا سن لیا کرو اور اگر تھوڑی دیر ذکر اللہ بھی کر لیا کرو تو یہ اصلاحِ قلب میں بہت ہی معین ہے اور اسی ذکر کے وقت میں سے کچھ وقت محاسبہ کے لیے نکال لو جس میں اپنے نفس سے اس طرح باتیں کرو کہ:

”اے نفس! ایک دن دنیا سے جانا ہے۔ موت بھی آنے والی ہے۔ اُس وقت یہ سب مال و دولت یہیں رہ جائے گا۔ بیوی بچے سب تجھے چھوڑ دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اور گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو برداشت کے قابل نہیں ہے۔ اس لیے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لیے کچھ سامان کر۔ عمر بڑی قیمتی دولت ہے۔ اس کو فضول رائیگاں مت برباد کر۔ مرنے کے بعد تو اُس کی تمنا کرے گا کہ کاش! میں کچھ نیک عمل کر لوں جس سے مغفرت ہو جائے۔ مگر اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہ ہو گی۔ پس زندگی کو غنیمت سمجھ کر اس وقت اپنی مغفرت کا سامان کر لے۔“

❁❁❁❁

لوگ دنیاوی عہدے داروں مثلاً صدر، وزیروں اور سفیروں کو طبقۂ اشرافیہ سمجھتے ہیں لیکن اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں دنیا کے یہ عہدے داران طبقۂ اشرافیہ میں شامل نہیں بلکہ حدیث پاک میں ہے کہ میری امت کا طبقۂ اشرافیہ تہجد گزار حفاظ کرام ہیں۔ حفظِ قرآن ایسی عظیم الشان سعادت ہے جس کی برکت سے یہ اعزاز عطا ہوا کہ دنیا میں بھی امت کے اعلیٰ طبقے میں شمار ہوئے اور آخرت کے جو مرتبے احادیث مبارکہ میں مذکور ہیں وہ بھی حاصل ہوئے۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ ''تقریر ختم قرآن مجید و بخاری شریف'' میں حفاظ کرام کی اسی عظمت کو مفصل انداز میں بیان فرمایا ہے اور احادیث مبارکہ کی رو سے ان کے لیے تہجد کی ادائیگی کو بھی نہایت آسان بنادیا ہے۔ اس وعظ کو پڑھ کر عوام الناس خصوصاً حفاظ قرآن یہ نہیں کہہ سکتے کہ تہجد پڑھنا اور امت کے اشرافیہ طبقے میں داخل ہونا محال ہے۔

www.khanqah.org

AW052